مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ

عزت وشہرت، نام ونمود اور صلہ وستائش سے بے پرواہ ہوکر جن لوگوں نے علم وادب اور تاریخ وتہذیب کی خدمات انجام دیں، ان میں ایک بہت نمایاں نام مورخ اسلام مولانا قاضی اطہر مبارک پوری (۱۹۱۶۔۱۹۹۶ء)ؒ کا بھی ہے، نامساعد حالات سے نبردآزما ہونا اور پھر کامیابی سے ہمکنار ہونا قاضی صاحب کی کتاب زندگی کا سب سے تابناک باب ہے۔

قاضی صاحب نے معلم، مورخ، مصنف اور صحافی کی حیثیت سے انتہائی فعال زندگی گزاری اور علم وادب اور خاص طور سے تاریخ کے میدان میں جو کچھ کر دکھایا اسے معجزے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب ۷؍مئی ۱۹۱۶ء کو ضلع اعظم گڑھ کے مشہور قصبہ مبارک پور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم محلّہ کے مکتب میں حاصل کی، پھر مبارک پور کی مشہور درسگاہ احیاء العلوم میں داخل ہوئے، فراغت کے بعد دورہ حدیث کے لیے مدرسہ شاہی مرادآباد کا رخ کیا اور تکمیل کی، احیاء العلوم میں مولانا مفتی یٰسین صاحب مبارکپوری اور مولانا شکر اللہ مبارک پوری سے خاص طور سے فیض یاب ہوئے۔تدریسی زندگی کا آغاز مدرسہ احیاء العلوم کی مدرسی سے ہوا، ترک ملازمت کے بعد وہ ملک کے متعدد اخبارات ورسائل میں کام کرتے ہوئے بمبئی پہونچے اور روزنامہ انقلاب سے وابستہ ہو گئے اور پھر پوری زندگی وہیں گذاردی بلکہ ایک کمرے میں گذاردی، عروس البلاد علم کش شہر قرار دیا جاتا ہے لیکن اسی شہر میں قاضی صاحب نے سب سے الگ دوکان کھولی، اور ایک گوشے میں بیٹھ کر بڑے بڑے علمی کارنامے انجام دیے، جس کے ذکر کے بغیر ہماری تہذیبی تاریخ مکمل نہ ہوسکے گی۔

قاضی صاحب کو اردو کے ساتھ عربی وفارسی پر ماہرانہ دستگاہ حاصل تھی، یہی وجہ ہے کہ

انہوں نے ان زبانوں سے بھر پور فائدہ اٹھایا، اردو ہی کی طرح انہیں عربی لکھنے پر بھی قدرت حاصل تھی جیسا کہ ان کی عربی تصنیفات رجال السند والہند، عقد الثمین اور الہند فی العہد العباسین سے اندازہ ہوتا ہے۔

قاضی صاحب کو لکھنے پڑھنے اور تصنیف و تالیف کا شوق دور طالب علمی ہی سے تھا چنانچہ اس شوق میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا گیا، ایام طالب علمی میں جو قلم ان کے ہاتھ میں آیا وہ ان کے موت کے ساتھ ہی کے ساتھ چھوٹا ان کی علمی و تعلیمی اور تاریخی تصنیفات کی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے، انقلاب، معارف اور برہان میں شایع شدہ علمی و تحقیقی مقالات کی تعداد بھی سو سے کم نہ ہوگی، اس قدر بلند رتبہ تحقیقاتی کام انجمن اور ادارے انجام دیتے ہیں، کسی فرد واحد کا یہ کام نہیں تاہم قاضی صاحب نے تن تنہا وہ کارنامے انجام دیے، اس سے ان کی خدمات کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قاضی صاحب کے علمی کارناموں میں بڑا تنوع ہے لیکن ان کے دو کام علم و ادب کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رکھیں گے، عرب و ہند کے تعلقات اور خطہ پورب کی علمی و تعلیمی تاریخ کی تدوین ان کے دو بڑے عظیم الشان کارنامے ہیں ان دونوں موضوعات کا ابتدائی خاکہ علامہ سید سلیمان ندوی نے بنایا تھا، ان کی مشہور کتاب عرب و ہند کے تعلقات جو اپنے موضوع پر پہلی کاوش تھی اور حیات شبلی میں خطہ پورب کی اجمالی تاریخ لکھ کر انہوں نے ان موضوعات پر لکھنے کا آغاز کیا، قاضی صاحب کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے ان کو مستقل موضوع تحقیق قرار دیا اور ایک عرصہ تک بلکہ مدۃ العمر ان دونوں موضوعات کے مطالعہ و تحقیق میں مصروف رہے اور اس کے نئے نئے گوشے اور پہلو تلاش کرتے رہے۔

پہلے موضوع پر انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں سپرد قلم کیں۔

[۱] عرب و ہند عہد رسالت میں [۲] ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں [۳] خلافت راشدہ اور ہندوستان [۴] خلافت عباسیہ اور ہندوستان [۵] بنو امیہ اور ہندوستان، وغیرہ۔

عربوں کے ہندوستان سے روابط کی مفصل تاریخ قاضی صاحب کا بڑا تاریخی کارنامہ ہے، اس موضوع پر اس سے قبل اردو کیا غالباً عربی میں بھی اس قدر مبسوط اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ کوئی کاوش منظر عام پر نہیں آئی تھی، قاضی صاحب نے ایک ایک پہلو اور ایک ایک گوشے کی وضاحت کے

لیے سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کیا اور پھر انہیں تصنیف کا جامہ پہنایا، پتہ ماری اور جاں کاہی کا یہ کام ہر کہہ و مہ کے بس کی بات نہیں، ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ ان کتابوں کے مطالعہ ہی سے لگایا جا سکتا ہے۔

دوسرے موضوع پر انہوں نے مندرجہ ذیل کتابیں قلم بند کیں۔

[۱] دیار پورب میں علم اور علماء [۲] تذکرہ علمائے مبارک پور۔

خطہ پورب کی تاریخ پردہ خفا میں رہ جاتی اگر قاضی صاحب نے اسے مستقل موضوع بنا کر اپنی تمام تر توانائی اس میں صرف نہ کی ہوتی۔

دیار پورب کسی زمانہ میں شیراز اور یونان سے کم نہ تھا تاہم گردش ایام کے گرد و غبار نے اس کے روشن ماضی کی تاریخ دھندلا دی تھی، قاضی صاحب نے دیار پورب میں علم اور علماء لکھ کر اس کی عظمت رفتہ کی نشاندہی کی اس سے پہلی بار اندازہ ہوا کہ خطہ پورب علم و ادب کا کیسا لہلہاتا چمن تھا جسے خزاں کی گرم ہواوؤں نے اجاڑ دیا۔

مبارک پور اور اس کا اطراف کیسے کیسے اہل علم و دانش اور ارباب فضل و کمال کا مرکز تھا اور انہوں نے علم و فن میں کیسے کیسے گراں قدر کارنامے انجام دئے اور ان کی بدولت ہندوستان میں مسلمانوں کے عزت و وقار میں کس قدر اضافہ ہوا یہ تمام باتیں پردہ خفا میں تھیں اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی قبر کو نور سے بھر دے کہ انہوں نے انتہائی محنت اور جاں کاہی سے اس خطہ کے خد و خال نہ صرف واضح کیے بلکہ اس کے روشن اور تابندہ نقوش کی پوری جھلک دکھا دی۔

تیسرا اہم موضوع قاضی صاحب کی تصنیفات کا تعلیمی ہے، تعلیم و تربیت سے انہیں بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس موضوع پر مقالات کے علاوہ ایک اہم کتاب خیر القرون کی درسگاہیں لکھ کر طالبان علم و فن میں مہمیز پیدا کرنے کی کوشش کی، انہوں نے اپنی خودنوشت قاعدہ بغدادی سے صحیح بخاری تک بھی اسی مقصد کے پیش نظر قلم بند کی، خودنوشت کا دوسرا حصہ کاروان حیات بھی دراصل اسی سلسلہ کی کڑی ہے، اصلاً ان کی زندگی تعلیم و تعلم میں گذری، جس میں طلبہ کے لیے بڑا درس و عبرت کا سامان ہے، ان کی کتاب ''تبلیغی تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے لیکن اس سلسلہ کی سب سے اہم کاوش ان کی معرکہ آرا کتاب ''ہر پیشہ اور ہر طبقہ میں علم و علماء'' ہے، اس میں انہوں نے تاریخ و رجال کی صدہا کتابوں سے مختلف علوم و فنون اور مختلف پیشہ و طبقہ کے اہل علم اور

ان کے علمی کمالات کے حالات وواقعات جمع کیے ہیں عبرت ونصیحت اور سبق آموز واقعات کے اس مستند مرقع سے ثابت ہوتا ہے کہ علم وفن پر کسی کی اجارہ داری نہیں اور ہر شخص اس سے فیضیاب ہو کر علم وفضل کے بلند مقام پر پہونچ سکتا ہے۔

قاضی صاحب کی تصنیفات کا ایک اہم موضوع معاشرتی اصلاح اور مسلم معاشرے میں پھیلی کج رویوں کی نشاندہی اور اصلاح تھا چنانچہ ان کی کتاب اسلامی شادی، اسلامی نظام زندگی اور مسلمان، افادات حسن بصری وغیرہ کے ذریعہ قاضی صاحب نے معاشرتی اصلاح کا فریضہ انجام دیا، بلا شائبہ مبالغہ ان کی یہ کتابیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بہترین کتابیں ہیں۔

خواتین اسلام کے عظیم الشان کارنامے ہماری تاریخ کے زریں اوراق میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہیں مگر ہمارا موجودہ منظر نامہ کچھ بہتر نہیں اس لیے قاضی صاحب مسلمان خواتین کو علم سے آراستہ دیکھنا چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ''خواتین اسلام کی علمی ودینی خدمات'' لکھ کر یہ کوشش کی کہ ہماری خواتین اپنے شاندار ماضی سے سبق لیں اور اپنی زندگیوں میں انقلاب برپا کریں، اس سلسلہ کی ان کی ایک اور کاوش ''الصالحات'' بھی ہے۔

ان موضوعات کے علاوہ متعدد دوسرے موضوعات پر بھی قاضی صاحب نے قلم اٹھایا اور ثابت کردیا کہ وہ کسی بھی موضوع پر قلم برداشتہ لکھ سکتے ہیں۔

معارف القرآن اور تدوین سیر ومغازی ان کی بلند پایا کاوشیں ہیں خاص طور سے تاریخ تدوین سیر ومغازی ان کی ایک اہم کتاب ہے، اس موضوع پر اردو میں ایک بڑا ذخیرہ ہے لیکن قاضی صاحب کی کتاب اس میں ایک اہم اضافہ کا درجہ رکھتی ہے۔

قاضی صاحب کی ایک اور کاوش علی وحسین ہے جو دراصل ایک کتاب کی تاریخی غلطیوں کی نشاندہی پر مشتمل ہے، انہوں نے حجاج کے لیے بھی بعض کتابیں اور کتابچے سپرد قلم کیے۔ بہ نظر غائر دیکھا جائے تو ان کی تمام کاوشوں کا بنیادی مقصد عظمت رفتہ کی بازیافت اور اپنے شاندار ماضی کی جستجو ہے، ان کی ایک کتاب اسلامی ہند کی عظمت رفتہ سے بھی ہمارے اس خیال کی تائید ہوتی ہے، بلکہ ان کی تمام تصنیفات اسی خیال ونظریہ کی مظہر ہیں۔

قاضی صاحب اقلیم سخن کے بھی تاجدار تھے مگر ان کی سخن سنجی محض تفنن طبع کے لیے تھی یہی

وجہ ہے کہ مدۃ العمر سخن سنجی کے باوجود ان کا کلام بہت مختصر ہے، ان کا شعری مجموعہ ''مئے طہور'' جناب قمرالزماں صاحب مبارک پوری کے مفصل اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ شایع ہو گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی شاعری فی الواقع بڑی اہمیت کی حامل تھی۔

قاضی صاحب نے حمد و نعت کے علاوہ غزلیں اور نظمیں بھی کہی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اچھی شاعری کی ہے، ان کی نظموں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

شعور دل سے طوفان بصیرت پھوٹ جاتا ہے — بصارت کا تعلق اب نظر سے ٹوٹ جاتا ہے
گذر جاتی ہیں میری حسرتیں یاس و تمنا میں — یتیموں کا مقدر جس طرح سے پھوٹ جاتا ہے
سنا دیتا ہوں دل کی آپ بیتی پھر بھی دانستہ — بسا اوقات عنوان فسانہ چھوٹ جاتا ہے
فسانہ بن رہی ہے اب تو محفل میں فداکاری — وفا کی سرد پڑتی جا رہی ہے گرم بازاری
ہے باقی وصل کی خواہش نہ فرقت کی جنوں کاری — جنوں کی الفت سے ہوئی جاتی ہے بیزاری
شکایت ہائے رنگیں کہہ تو دوں لیکن ہے ڈر اطہر — کہ ہو جائے نہ انکی طبع نازک پر گراں باری

ایک غزل کے چند اشعار یہ ہیں۔

سرور و کیف سے آہ و فغاں تک بات جا پہونچی — پہونچنا تھا کہاں لیکن کہاں تک بات جا پہونچی
نہ کہتا تھا نہ چھیڑو میرے اشکوں کو، برا ہوگا — اگر قطرے سے بحر بیکراں تک بات جا پہونچی
سکوت اطہر کیا ہم نے بہت آغاز الفت میں — مگر انجام میں شرح و نہاں تک بات جا پہونچی

قاضی صاحب کی شاعری میں کیف و سرو اور جگر خراش سر مستیاں بھی ہیں تاہم ان کی شاعری میں ان کا زور علم بھی شامل ہے، قدیم انداز کی شاعری کے دلدادگان کے لیے یقیناً لطف و لذت کا سامان موجود ہے۔

قاضی صاحب کا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ ان کی سرگرمیوں کا دائرہ مبارک پور سے لاہور تک اور امرت سر سے بمبئی تک ملک کے مختلف حصوں اور علاقوں میں پھیلا، وہ جہاں رہے سرگرم رہے، مدرسے قائم کیے، رسالوں کا اجرا کیا، اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ ہر جگہ جاری و ساری رہا لیکن عروس البلاد خاص ان کی سرگرمیوں کا مرکز رہا اور وہاں انہوں نے ایک کمرے میں چٹائی پر بیٹھ کر وہ کام انجام دئے جو بڑے بڑے ادارے انجام دیتے ہیں۔

ان کے کارناموں سے بڑھ کر ان کی شخصیت تھی جس میں بلا کی جاذبیت اور کشش تھی، وہ بڑے خاکسار، وضع دار اور انکسار پسند تھے، ان میں علم وفضل کا پندار نہ تھا، انتہائی سادہ زندگی بسر کی، وہ خلوص وشرافت کے مجسم پیکر تھے یہی وجہ ہے تھی کہ ہر شخص ان کا گرویدہ اور والہ وشیدا تھا، وہ ہر طبقہ میں یکساں مقبول تھے، عموماً لوگ اہل علم سے شاکی رہتے ہیں لیکن قاضی صاحب پر ہر شخص فریفتہ رہتا اور ہر فرد ان کے علم وفضل کے ساتھ ان کی نیکی، شرافت، مروت، بے نفسی، وسیع القلبی کا قائل تھا، وہ ہر شخص سے ٹوٹ کر ملتے، لوگوں کے کام آنا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا ان کا شیوہ تھا حالانکہ علم و فضل کے وہ بلند مقام پر فائز اور انتہائی مصروف رہتے تھے۔

وہ طبقہ علماء میں جس قدر محبت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے دانشوروں میں بھی وہ اسی درجہ مقبول تھے، اہل علم سے علمی، عوام سے عوامی اور طلبہ سے تعلیمی گفتگو کرتے اور ہر شخص کے ذہن ومزاج کا خیال رکھتے، بڑوں کے ساتھ خوردوں سے بھی محبت سے پیش آتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے، مفید مشورے دیتے، راقم سے بھی محبت کا معاملہ کرتے، جب جب ان سے ملا نیا عزم وحوصلہ ملا، ایک مرتبہ پوچھا کہ آج کل کیا کر رہے ہو، میں نے بتایا کہ مولانا فراہی پر ایک مضمون نئی دنیا میں لکھا ہے، فرمایا اخبارات میں نہ لکھو، سب ضایع ہو جاتا ہے، یہ برسوں کا تجربہ ہے۔

۱۴ر جولائی ۱۹۹۶ء میں ان کا انتقال ہوا تو راقم سطور سفر میں تھا، افسوس کہ ایک مٹھی مٹی بھی نہ دے سکا، جس کا قلق اب تازندگی رہے گا، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے۔